جاہلیت اور صدر اسلام میں مراثی ادب کا تقابلی مطالعہ

*ڈاکٹر سید ازکیا ہاشمی

**ڈاکٹر محی الدین ہاشمی

***ڈاکٹر محمد عبداللہ

"Marthiyah" (elegy) in Arabic is used for a mournful poem, a funeral song or a lament for the deceased person. The elegiac style of poetry does exist in each language of the word which reflects variety of expression styles of natural sentiments and the poet's affiliation with deceased person. Like any other language, the Arabs have also contributed towards this branch of literature and produced a remarkable elegiac poetry with its own prominent features. After the advent of Islam, the tradition of elegiac Arabic poetry was continued but reformed under the influence of Islamic teachings. It was, then, associated with overall Islamic ethics of grief as derived for the Holy Qur'an and Sunnah of the Prophet (SAW) which discourages extreme attitude expression of grief, hopelessness and impatience. This paper presents a comparative study of both pre and post Islamic elegiac literature with special focus on highlighting the Islamic reforms or modifications in the ethics of grief as reflected in the Arabic elegiac poetry.

دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ہو جس میں شعراء نے مرنے والوں سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار نہ کیا ہو۔ محبت نے اگر غزلیہ شاعری کو جنم دیا ہے تو مرثیہ نے بھی اسی کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں رثائی ادب کا ذخیرہ موجود ہے جس سے شعراء کے ذوق تخیل، اظہار بیان اور فطری جذبات کی عکاسی ہوتی ہے اور فوت شدگان کے محاسن وکمالات کا پتہ چلتا ہے۔ یورپ میں THRE NODY اور DRGE، ELEGY وغیرہ سب رثائی اسالیب ہیں۔ اقوام عالم کی طرح عربوں نے بھی اپنے قدیم لٹریچر میں ''رثاء'' (مرثیہ گوئی) کو خاص اہمیت دی ہے اور دیگر اصناف سخن کی طرح اس صنف میں بھی یادگار ذخیرہ چھوڑا ہے جو اپنی امتیازی خصوصیات کی بناء پر عالمی ادب میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، مانسہرہ

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

*** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، گومل یونیورسٹی، ڈی آئی خان

مرثیہ معنی و مفہوم:

''مرثیہ'' کا مادہ ''ر،ث،ی'' اور ''ر،ث،و'' دونوں طرح آیا ہے۔(رثی، یرثی اور رثا یرثوا) عربی میں کہا جاتا ہے، رثیت لیت، مدحتہ بعد موتہ (میت پر رونا اور اس کی مدو تعریف کرنا) اور ''رثوت لمیت'' بھی کہا جاتا ہے۔''اذابکیته و عددت محاسنه و کذالک اذا نظمت فیه شعرا''۔(1)(جب تو میت پر روئے اور اس کی خوبیاں شمار کرے اور اس کے متعلق اشعار نظم کرے)۔انگریزی میں اس صنف کے لئے ''ELEGY'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

مرثیہ اور مدح میں فرق:

قدیم ناقدین ادب کی اکثریت ''رثاء'' یا ''مرثیہ'' کو شعر کی مستقل صنف قرار دینے کی بجائے اسے ''مدح'' کی ایک قسم شمار کرتی ہے، ابن رشیق نے ''الحمدۃ'' میں اس موضوع پر مفصل کلام کیا ہے۔(2)

اسی بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم شعری مجموعوں میں مرثیوں کا انتخاب بہت کم ہے اور اسے مستقل حیثیت سے ذکر نہیں کیا گیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مرثیہ نگاری میں ارتقاء کی وجہ سے اب یہ مستقل صنف سخن شمار ہوتی ہے۔

''مدح'' اور ''مرثیہ'' میں فرق یہ ہے کہ ''مدح'' میں تعیم اور ''مرثیہ'' میں تخصیص کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مدح زندہ کی بھی ہوسکتی ہے اور مردہ کی بھی، جب کہ ''رثاء'' میت پر ماتم اور اس کی مدح کے ساتھ مخصوص ہے، اگر چہ بعض متقدمین ان کے درمیان باہمی قریبی تعلق کی بناء پر ان میں فرق نہیں کرتے جیسا کہ ابن سلام، یونسل بن حبیب سے نقل کرتے ہیں۔

"ان التابین مدح المیت والثناء علیه، والمدح لحی"(3) تابین کا لفظ مردہ اور زندہ ہر دو کی مدح و تعریف کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

قدامہ بن جعفر نے ''باب لغت المراثی'' میں اپنی رائے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے:

"لیس بین المرثیة والمدحة فصل الا ان یذکر فی اللفظ مدیدل علی انه، لهالک مثل کان وتولی وقضیٰ نحبه وماشبه ذلک"(4) مرثیہ اور مدح میں کوئی فرق نہیں جب تک کہ ایسے الفاظ مذکور نہ ہوں، جن سے یہ واضح ہوتا ہو کہ یہ مرنیوالے کی تعریف کے لئے ہیں۔مثلاً ''کان''، ''تولیٰ'' اور ''قضیٰ نحبہ'' اور ان کے مشابہ الفاظ۔

ابن رشیق نے اسی رائے کا اتباع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"لیس بین الرثاء والمدح فرق الاان یخلط بالرثاء شی ء یدل علی ان المقصود به میت، مثل، کان اور عدمنا، اوما یشکل هذا لیعلم انه میت". (5)

(رثا اور مدح میں کوئی فرق نہیں جب تک کہ رثاء میں کوئی ایسا مضمون نہ ہو جس سے یہ واضح ہوتا ہو کہ مقصود میت ہے جیسے کان اور عدمنا، یا ان سے ملتے جلتے الفاظ)

اس کے برعکس متاخرین مرثیہ کو مدح سے الگ شمار کرتے ہیں اور اس اختلاف کی غالباً وجہ یہ ہے کہ جب ''رثاء'' میں میت پر ماتم اور اظہار رنج وغم کی جگہ ''مدح'' کا موضوع غالب ہونے لگا اور سننے والوں کو اشتباہ پیدا ہوا کہ شاعر کی تعریف زندہ سے متعلق ہے یا مردہ سے تو یہ حکم لگا دیا گیا ہے کہ مرثیہ اور مدح ایک ہی چیز ہیں جب تک اشعار میں موجود الفاظ سے یہ مترشح نہ ہو کہ یہ اشعار زندہ کی مدح ہیں یا مردہ کی، لیکن یہ محض لفظی اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت جن حضرات کی رائے میں مدح اور مرثیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اشتباہ کی صورت میں ان کے درمیان باہمی فرق مشکل ہو جاتا ہے اور جب الفاظ کے ذریعہ متیقن ہو جائے کہ یہ مدح زندہ یا مردہ سے متعلق ہے تو وہ ان کے درمیان فرق کرتے ہیں جیسا کہ ان کی مذکورہ آراء سے واضح ہے۔

رثائیہ شاعری کے بنیادی عناصر واقسام:

رثائیہ شاعری کے تحقیق وتجزیہ سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ صنف کن بنیادی اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے اور شعراء نے کن کن تصورات کو اپنی نکتہ آفرینی، تخیل اور فنی مہارت کا موضوع بنایا ہے؟ اور کن کن اسالیب میں اپنی شاعرانہ لطافتوں کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عربی ادب کا دامن دیگر اضاف سخن کی طرح رثاء سے بھی مالا مال ہے، جاہلی اور اسلامی ادوار میں شعراء نے پیش کیا ہے، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عربی ادب کا دامن دیگر اصناف سخن کی طرح رثاء سے بھی مالا مال ہے، جاہلی اور اسلامی ادوار میں شعراء نے اس صنف کے بہترین نمونے پیش کر کے اپنے فنی کمال کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے مطالعہ سے اس صنف کے جن بنیادی عناصر اور اقسام کی نشاندہی ہوتی ہے، وہ حسب ذیل ہیں (6)

1۔ گریہ وبکاء اور رنج وغم کا اظہار:

شاعری کا جذبات سے بڑا گہرا تعلق ہے، عشق ومحبت کا سودا ہو یا رنج وغم کی کیفیات، جب شاعر اپنے

اشعار میں ان کی ترجمانی کرتا ہے تو سننے والوں کو بھی مضطرب اور بے چین کر دیتا ہے، تصنع اور تکلف سے پاک اور دل کی عمیق گہرائیوں سے نکلنے والی شاعری زیادہ موثر ہوتی ہے، عرب شعراء نے اپنے مرثیوں میں دردوکرب اور رنج وغم کا زیادہ اظہار کیا ہے۔

اس قسم کے مرثیے شعراء نے بالعموم اپنے بیٹوں، بھائیوں، والدین اور اعزہ واقارب واحباب کے بارے میں کہے ہیں جن کی وفات کا صدمہ انسان کو طبعی طور پر سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے۔

زمانہ جاہلیت اور صدر اسلام کی شاعری میں اس قسم کے متعدد نمونے موجود ہیں۔ اس موضوع پر شعراء محضرمین سے متمم بن نویرہ کا عمدہ مرثیہ ہے جو اس نے اپنے بھائی مالک کی موت پر کیا ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

لقد لا منی عندالقبور علی البکا　　رفیقی لتذراف الدموع السوافک

فقال اتبکی کل قبر رأیته　　لقبر ثویٰ بین اللوی، فالد کادک

فقلت له، ان الشجایبعث الشجا　　فدعنی فهذا کله،قبر مالک

(میرے رفیق نے مجھے قبروں کے قریب بہتے آنسوؤں پر ملامت کی۔ اس نے کہا کیا تو اس قبر کے خیال سے جو ''لوی'' اور ''دکادک'' کے درمیان ہے ہر اس قبر روئے گا جو تجھے نظر آئے گی۔ تو میں نے اس جواب دیا کہ ایک غم دوسرے غم کو برانگیختہ کرتا ہے تو اس ملامت سے معاف کر کیونکہ یہ سب میرے بھائی مالک کی قبر ہیں)۔

2۔ تابین پر مبنی مرثیے:

یعنی وہ مرثیے جن میں کسی شخص کی مدح وتعریف اور اس کی پاکیزہ صفات کا ذکر اس کے مرنے کے بعد کیا گیا ہو، اس نوع کے مرثیے مدحیہ شاعری سے مشابہت رکھتے ہیں، اسی لئے بعض اوقات اس قسم کے رثائیہ اشعار کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ ان کا تعلق مدحیہ شاعری سے ہے یا رثائیہ سے۔

اس کی ایک مثال ''العجیر السلولی'' کے درج ذیل اشعار ہیں:

فتی قد قدالسیف لامتضائل　　ولارهل لباته،واباجله

اذا جدعندالجدارضاک جده　　وذوباطل ان شئت الهاک باطله

یسرک مظلوما و یرضیک ظالما　　و کل الذی حملته فهو حامله(8)

(ایسا جوان جو دو باری تلوار کی طرح معتدل اور سیدھا ہے اور اس کی چھاتی اور ہاتھ پاؤں

ڈھیلے نہیں، جب وہ سنجیدگی کی باتیں کرتا ہے تو اس کی سنجیدہ باتیں بھی تجھے بھلی لگتی ہیں اور وہ ہنسی مذاق بھی کرتا ہے اگر تو چاہے تو اس کا ہنسی مذاق تجھے غافل کر دے، اگر تو مظلوم ہو تو (تیری مدد کر کے تجھے خوش کر دے اور جو بوجھ بھی تو اس پر لاد دے تو وہ اسے اٹھا لے)۔

شاعر نے یہ اشعار اپنے ممدوح کی وفات پر کہے ہیں مگر جب تک اس کا علم نہ ہو سننے والے اسے مدح کی صنف ہی میں سے خیال کرینگے۔ اس قسم کے مرثیے بالعموم ان عظیم شخصیات کے ہوتے ہیں جن سے شاعر کا رشتہ قرابت تو نہیں ہوتا مگر وہ ان کی بلند پایہ شخصیت کے زیر اثر ان کا مرثیہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ان مرثیوں میں گریہ وبکاء پر تابین (ممدوح کی تعریف وتوصیف) کا پہلو غالب ہوتا ہے۔

3۔ تعزیہ اور تسلی پر مشتمل مرثیے:

ان مرثیوں میں مرنیوالے پر گریہ وبکاء اور مدح کی بنسبت تعزیہ کا رنگ غالب ہوتا ہے، شاعر اس قسم کے مضامین کو مرثیوں میں ایسے مواقع پر شامل کرتا ہے جب وہ کسی امیر یا حاکم کے ساتھ انتہائی قریبی روابط رکھتا ہے اور اس کے کسی قریبی رشتہ دار کی وفات سے پہنچنے والے صدمے پر اس کی تعزیت کرتا ہے اور اس کا حوصلہ بڑھاتا ہے۔ اس میں ضمناً وہ امیر کے شرف وفضیلت کا بھی ذکر کرتا ہے۔ اس کی مشہور مثالیں ابوالطیب المتنبی کے اشعار موجود ہیں مثلاً وہ امیر سیف الدولہ کے بیٹے کی وفات پر اپنے مرثیہ میں امیر سے تعزیت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

عزاءک سیف الدولة المقتدیٰ به   فانک نصل والشدائد للنصل

ولم ار اعضی منک لحزن عبرة   واثبت عقلا والقلوب بلاعقل(9)

اے سیف الدولہ! تو اپنے صبر کو لازم پکڑ جس کی لوگ اقتداء کریں کیونکہ تو تلوار کا پھل ہے اور تمام شدائد تلوار کے پھل ہی کو پیش آتے ہیں اور میں نے تجھ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا جو غم کے موقع پر آنسو روکنے والا اور پختہ عقل ہو جب کہ سب قلوب کی عقل جاتی رہے۔

4۔ حکمت وفلسفہ پر مشتمل مراثی:

بعض مرثیوں میں حکمت وفلسفہ کی آمیزش ہوتی ہے ان میں موت وحیات، فلسفہ فنا وبقاء زمانے کی گردشوں اور روزمرہ زندگی کے احوال کا تذکرہ ہوتا ہے، متقدمین کے اشعار میں اس قسم کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً ابوذؤیب الہذلی اپنے بیٹوں کے مرثیہ میں کہتا ہے۔

واذلمنية انشبت اظفارها　　　الفيت كل تميمة لاتنفع

ولقد ارى ان البكاء سفاهة　　　ولسوف يولع بالبكاء من يضجع

والنفس راغبة اذا راغبتها　　　واذا ترد الى قليل تقنع(10)

''جب موت پنجے گاڑ دیتی ہے تو پھر کوئی تعویذ گنڈہ کام نہیں آتا، مجھے معلوم ہے کہ گرو بکاء حماقت ہے مگر جسے صدمہ پہنچتا ہے اس کی آنکھیں تو آنسو بہاتی ہیں۔ نفس کو تو جب بھی ترغیب دوا سے راغب پاؤ گے اور اگر اسے تھوڑے ہی پر روک دو تو اس پر قانع ہو جائے گا۔

ابن الرومی، متنبی اور معری وغیرہ کے ہاں اس قسم کی مثالی بکثرت موجود ہیں، بعض مراثی میں مذکورہ چاروں عناصر جمع ہوتے ہیں، مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ بالعموم کسی میں ایک عنصر غالب ہوتا ہے تو کسی میں دوسرا عنصر جس کی بناء پر ہم اسے مرثیہ کی کسی خاص قسم سے مخصوص کر سکتے ہیں۔

مرثیہ آغاز وارتقاء:

مرثیہ کے تعارف میں سوال بھی اہمیت رکھتا ہے کہ مرثیہ کا آغاز کب اور کیونکر ہوا؟ اس سلسلے میں جو بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے یہ ہے کہ جب سے انسان کو مت سے سابقہ پڑا اور وہ اپنے اعزہ واقارب کے صدمے سے دوچار ہوا تو اس نے آہ وبکاء، نوحہ وماتم کیساتھ ساتھ موزوں اشعار کے ذریعہ بھی اپنے غم واندوہ کا اظہار کیا۔

قدیم ارباب سیر وتاریخ نے حضرت آدمؑ کے بعض اشعار نقل کئے ہیں جو قابیل کے ہاتھوں ہابیل کے قتل پر آدمؑ کی زبان سے رنج وغم کی حالت میں جاری ہوئے جیسا کہ ابن جریر نے نقل کیا ہے۔

تغيرت ابلاد و من عليها　　　فوجه الارض مغير قبيح

تغير كل ذولون وطعم　　　وقل بشاشة الوجه المليح(11)

اگرچہ بعض اہل علم کو ان اشعار کو حضرت آدمؑ کی طرف منسوب کرنے میں اشتباہ ہے جیسا کہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

''وهذا الشعر فيه نظر وقديكون آدمٌ قال كلاماً يتحزن به بلغته فاتفه، بعضهم الى هذا وفيه اقوال.''(12)

''ان اشعار میں نظر وفکر کی ضرورت ہے، ممکن ہے آدمؑ نے یہ کلام رنج وغم کی حالت میں اپنی زبان میں کہا ہو اور کسی نے اس شکل میں موزوں کر دیا ہو اور اس میں دیگر اقوال بھی ہیں۔''

یہ رائے زیادہ قرین قیاس ہوسکتی ہے کہ ممکن ہے حضرت آدمؑ نے اپنی زبان میں اپنے قلبی تاثرات پیش کئے ہوں، اور کسی شاعر نے انہیں عربی میں نظم کر دیا ہو، تاہم اس سے کم از کم یہ نتیجہ تو اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اپنوں کی وفات پر رنج وغم کا اظہار ایک قدیم روایت ہے جس کا سراغ پہلے انسان کے سانحہ ارتحال سے ہمیں مل سکتا ہے ابتدائی دور میں اس قسم کے منظور اشعار صرف آہ وبکاء، بین اور اظہار رنج وغم تک محدود ہوتے تھے پھر ان میں ممدوح کے اوصاف واخلاق کے بیان کا اضافہ ہوا مرنیوالے کی عظمت کو اجاگر کرنے کیلئے اس کے اوصاف وکمالات کا بھی ذکر ہونے لگا، امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ مرثیہ کی وسعت میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور اس میں نئے نئے مضامین شامل کئے گئے۔ افراد کے علاوہ شہروں کی تباہی و بربادی بعض اہم واقعات و حوادث مثلاً سانحہ کربلا اور قوموں کے اجتماعی زوال اور اخلاقی موت پر بھی مرثیے کہے گئے۔

جاہلی واسلامی شاعری میں مرثیہ تقابل وموازنہ:

ظہور اسلام سے قبل کی شاعری جاہلی ادب کی نمائندہ ہے جب کہ ظہور اسلام کے بعد کی شاعری پر اسلامی تعلیمات کے اثرات واضح اور نمایاں ہیں۔ عربوں کی رثائیہ شاعری مختلف ادوار پر مشتمل ہے ہماری بحث صرف جاہلی اور اسلامی مرثیوں تک محدود ہے۔ اور اسلامی مرثیوں سے یہاں ہماری مراد وہ مرثیے ہیں جو عہد نبوت میں مسلم شعراء نے پیش کئے کیونکہ وہی درحقیقت اسلامی ادب کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں۔ بعد کے ادوار میں کہے جانیوالے مرثیے اس بحث سے خارج ہیں۔

کچھ مراثی آنحضرت ﷺ کے وصال پر بھی صحابہ کرام نے کہے جو اسلامی ادب کا بہترین سرمایہ ہیں جن پر مفصل بحث مستقل مقالہ کی محتاج ہے۔

جاہلی مراثی اور ان کے اسالیب:

عربوں کے ہاں مرثیہ گوئی ان کی شاعری کی طرح انتہائی قدیم ہے۔ مرنیوالوں کے اوصاف ومناقب کا ذکر اور ان کی موت پر رنج وغم کا اظہار جاہلیت کی عام روایت تھی (13)۔

جاہلی مرثیوں کی بڑی تعداد جنگوں کے مقتولین کے بارے میں ہے جن پر بکثرت نوحہ کیا جاتا اور مرثیوں میں دشمن کو اپنی ہجو کا ہدف بنایا جاتا اور مقتول کے قبیلے اور خاندان کیلئے اس کے کارناموں کو باعث عزت وشرف قرار دیا جاتا۔ اس کی نمایاں مثال المرقش کا قصیدہ ہے جس کی ابتداء وہ اس شعر سے کرتا ہے۔

هل بالديار ان تجيب صمم   لو كان رسم ناطقا كلم(14)

بعض اوقات شعراء اپنے قبیلے کے بہادروں کے مرثیے اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے کہتے تا کہ اپنے قبیلے کو مقتول کا کا بدلہ لئے پر اکسائیں اور آتش انتقام برافروختہ کریں، چنانچہ وہ مرنیوالوں کے مناقب و محاسن کے ساتھ ساتھ ان کی جرأت وحماست کا بھی ذکر کرتے (15)

مرثیہ گوئی میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہوتیں اور مرنیوالوں اور مقتولین پر نوحہ و ماتم کرتیں، مبرد لکھتے ہیں:

"کانو فی الجاھلیة اذا بلغو افی الجزع حلق النساء رئو سھن و لطمن خدو دھن بالنعال". (16)

"جب جاہلیت میں لوگ ماتم میں مبالغہ کرتے تو عورتیں اپنے سروں کو مونڈ لیتیں اور اپنے گالوں کو جوتوں سے پیٹنے لگتیں"۔

شعراء نے عورتوں کی سینہ کوبی، ماتمی لباس اور گالوں کو پیٹنے کا تذکرہ اپنے رثائیہ اشعار میں جابجا کیا ہے، مثلاً مھلھل اپنے بھائی کے مرثیہ میں کہتا ہے۔

و اذا تشاء رأیت وجھاً واضحاً   وذراع باکیة علیھا برنس (17)

(تو جب چاہے دیکھ لے بے پردہ چہرہ اور مرنیوالی کا ہاتھ جس سے وہ سینہ زنی کرتی ہے اس حال میں کہ اس پر ماتمی لباس ہے "یعنی تمہارے لئے ہر وقت ماتم ہوتا ہے")۔

اور خنساء جاہلی اشعار میں اپنے بھائی مالک پر ماتم کرتے ہوئے کہتی ہے۔

یجد النساء حواسراً یندبنه یلطمن اوجھھن بالاسحار. (18)

(جو شخص ہماری عورتوں کو دیکھنا چاہے تو وہ انہیں برہنہ سر روتا ہوا اس حال میں پائے گا کہ اپنے مونہوں پر صبح طمانچے مارتی ہوں گی)۔

جاہلی شاعری کا معتدبہ حصہ خواتین شعراء کے مرثیوں پر مشتمل ہے کیونکہ وہ اپنی فطری نرم دلی اور اثر پذیری کی بناء پر نوحہ وماتم میں پیش پیش ہوتی ہیں۔ محققین کے نزدیک اس فن میں جن خواتین کا ادبی پایہ بہت بلند ہے ان میں خنساء، جلیلة زوجہ کلیب اور عاتکہ بنت زید خاص طور پر قابل ذکر ہیں، بالخصوص اوّل الذکر وہ عربی ادب کی اوّلین شاعرہ ہیں جنہوں نے اس صنف میں دلدوز و جاں فگار مرثیہ گوئی کی بنیاد رکھی اور فن مرثیہ گوئی میں ضرب المثل بن گئیں۔ ان خواتین کی ادبی حیثیت کا تذکرہ نویس شیخو نے اپنی مشہور کتاب "مراثی شواعر العرب" میں کیا ہے۔ (19)

شعراء عرب نے اپنے اعزاہ و اقارب کا طبعی موت پر بھی مرثیے کہے اور ان کی صفات شجاعت، جرأت، سخاوت اور مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہوئے اظہار رنج وغم کیا ہے۔

ان مرثیوں کا غالب حصہ بھائیوں پر مشتمل ہے۔ ابن سلام نے ''طبقات فحول الشعراء'' میں مرثیہ گوئی میں نمایاں چار معروف شعراء کا ذکر کیا ہے یعنی **متمم بن نویرة، الخنساء السلمية، اعشیٰ باهلة اور كعب بن سعد الغنوی**۔(20)

ان چاروں کے مرثیے اپنے بھائیوں سے متعلق ہیں۔ ابو تمام نے حماسہ میں جن مراثی کا ذکر کیا ہے ان میں سے سترہ مرثیے بھائیوں کی وفات پر کہے گئے۔(21)

بھائیوں کی وفات پر مرثیوں کی کثرت کی ایک بڑی وجہ جاہلی معاشرے اور قبائلی زندگی میں اس رشتے کی اہمیت ہے، بھائی کی وفات پر ایک بدوی یوں محسوس کرتا ہے گویا اس کا بازو کاٹ دیا گیا ہے اور وہ بے سہارا ہو چکا ہے، اسی بناء پر بھائیوں کی وفات پر جاہلی شعراء نے جس کثرت اور شدت کے ساتھ غم و اندوہ کا اظہار کیا ہے وہ دیگر اقارب کے مرثیوں کی بنسبت بہت زیادہ ہے بھائیوں کے علاوہ بیٹوں کی وفات پر بھی جاہلی شعراء نے مرثیے کہے، ان میں سب سے عمدہ مرثیہ ابو ذؤیب الھذلی کا شمار کیا جاتا ہے جس کے مطلع یہ ہے۔

امن المنون وريبها تتوجع　　　والدهر ليس بمعتب من يجزع(22)

''کیا تم زمانے کی گردشوں اور موتوں سے گھبرا نا و فریاد کرتے ہو حالانکہ زمانہ اسے کبھی بھی خوش نہیں رکھتا جو روتا دھوتا ہے۔''

بیٹوں کے مرثیوں میں شعراء نے ماں کے درد و کرب اور رنج و الم کے جذبات کا اظہار بڑی عمدگی کے ساتھ کیا ہے۔(23)

عرب شعراء نے اپنے اشراف و سادات کی موت پر بھی مرثیے کہے اور ان کے نمایاں اوصاف کا بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ذکر کیا ہے، مثلاً فضالة بن کلدة الاسعدی کی موت پر اوس بن حجر کا مرثیہ (24) اس کا مطلع یہ ہے۔

ايتها النفس! اجملی جزعا　　　ان الذی تحورين قدوقعا(25)

(اے نفس! جزع فزع مختصر کر، کیونکہ جس حادثے کا تجھے اندیشہ تھا وہ تو واقع ہو چکا)۔

دور جاہلیت میں مرنیوالوں پر مرثیہ کہنے کی روایت چونکہ عام تھی اس لئے بعض اوقات اکابر و اشراف

قوم مرنے سے قبل وصیت کرتے کہ ان پر مرثیہ کہا جائے۔اس کا اندازہ اس روایت سے ہوتا ہے جسے ابن ہشام نے بحوالہ ابن اسحاق نقل کیا ہے کہ جب عبد المطلب کی رحلت کا وقت آیا اور انہیں اپنی موت کا یقین ہوا تو اپنی چھ بیٹیوں کو جمع کیا اور ان سے کہا:

"ابکین علی حتی اسمع ماتعلق قبل ان اموت".

(تم مجھ پر گریہ وزاری کروتا کہ میں اپنے مرنے سے پہلے سن لوں کہ تم کیا کہو گی؟)

پھر سب نے باپ کا ماتم کرتے ہوئے اشعار کہے، جنہیں سن کر آپ نے سر سے اشارہ کر کے کہا کہ مجھ پر ایسے ہی بین کیا جائے۔

ابن ہشام نے عبد المطلب کی بیٹیوں صفیہ، برّۃ، عاتکہ، ام حکیم اور اروی کے مراثی ذکر کئے ہیں (26) ان میں سے ہر مرثیہ کا مطلع یہ ہے۔

1) ارقت لصوت نائحة بليل+على رجل بقارعة الصعيد (مرثیہ صفیہ)

رات کے وقت ایک رونے والی کی آواز سے میری نیند اچاٹ ہوگئی جو ایک بالکل راستے پر کھڑے ہوئے شخص پر رو رہی تھی)

2) اعيني جواد ابدمع درر على طيب الخيم والمعتصر (مرثیہ برّۃ)

(اے میری آنکھو! نیک سیرت اور سخی پر موتیوں جیسے آنسوؤں سے سخاوت کرو)۔

3) اعيني جواد اولاتبخلا بدمعكما بعدنوم النيام (مرثیہ عاتکہ)

(اے میری آنکھو! سونے والوں کے سو جانے کے بعد اپنے آنسوؤں کی سخاوت کرو اور بخل نہ کرو)۔

4) الاياعين جودی واستهلی وبلی ذالندی المكومات (ام حکیم)

(اے آنکھ! سخاوت اور آہ وفغان کر اور بزرگیوں والے اور سخاوت والے پر رو)

5) الاهلك الراعي اعشيرة ذوالفقلوساقي الجيج والمحامي من المجلد (امیمہ)

(سن لو! خاندان کا محافظ، گمشدوں کو ڈھونڈ نکالنے والا، حاجیوں کا ساقی، عزت وشرف کی حمایت کرنے والا چل بسا)

6) مكبت عيني و حق لها البكا على سمح سجيته الجياء (اروی)

(میری آنکھ ایک سرتاپا سخاوت اور حیا شعار پر روتی ہے اور اس آنکھ کے لئے رونا ہی سزاوار ہے)

ان اشعار سے اس دور کی خواتین کے اعلیٰ ذوق کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ شعراء نے مرنے سے پہلے خود اپنا مرثیہ کہا اور اولاد کو بھی مرثیہ کہنے کی ترغیب دی۔ مثلاً قراد بن غویہ بنی سلمٰی کا مرثیہ جسے! ابوتمام نے نقل کیا ہے جس میں وہ مرنے سے قبل اپنا مرثیہ کہتے ہوئے اپنے بیٹے کو بھی اپنے اوپر ماتم کرنے کی وصیت کرتا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

الالیت شعری مایقولن مخارق　　اذاجاوب الهام المیصح هامتی

(اے کاش! مجھے خبر ہوتی کہ میرا بیٹا مخارق کہے گا جب کہ شوروغل مچانے والے پرندوں کو میری قبر سے نکلنے والا پرندہ جواب دے گا)۔

ایبکی کمالومات قبلی بکیته　　ویشکر لی بذلی له وکرامتی

(کیا وہ میرے لئے ایسے روئے گا جیسا کہ میں اس کیلئے روؤں جب کہ وہ مجھ سے پہلے مرجائے اور میں نے جو اس پر خرچ کیا اور اسے عزت سے رکھا کیا وہ اس پر میرا شکریہ ادا کریگا؟)

وکنت له عما لطیف ووالدا　　رؤوفا واما مهدت فانا متی(27)

(حالانکہ میں اس کیلئے عمدہ چچا، مہربان باپ اور ایسی ماں تھا جسے اسے گھوارے میں لیا اور سلادیا)۔

صاحب عقدالفرید نے بھی ایک فصل میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے۔

من رثی انفسه ووصف قبره ومایکتب علی القبر(28)

جاہلی دور کی رثائیہ شاعری میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو رثائی ادب کا ملازمہ ہیں، شعراء نے مرنیوالوں کی جدائی پر دردوغم کا اظہار بھی کیا ہے اوران کی مدح وتوصیف بھی۔ ان کے اشعار تعزیت وتسلی کے مضامین پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت ودانش کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

جاہلی مرثیوں میں بعض قصائد ایسے بھی ملتے ہیں جو مرثیہ کے عام اسلوب سے ہٹے ہوئے ہیں اوران کی ابتداء غزل ونسیب سے کی گئی ہے جیسا کہ درید بن الصمۃ کا اپنے بھائی عبداللہ پر مرثیہ (29)

ان رشیق لکھتے ہیں: ''**ولیس من عادة الشعراء ان یعزمو اقبل الرثاء نسیبا کما یصغوف ذالک فی المدح والجهاء**'' (30) (مدح اور ہجو کی طرح شعراء کے ہاں مرثیوں کی ابتداء میں نسیب کا رواج نہیں) اور ابن کلبی لکھتے ہیں: ''**لااعلم مرثیة واولها نسیب والا قصیدة درید بن الصمة**'' (مجھے کسی ایسے مرثیہ کا علم نہیں جس کی ابتداء نسیب سے کی گئی ہو سوائے درید بن الصمۃ کے۔ ابن

رشیق کے نزدیک عہد جاہلیت اور عہد اسلام میں مرثیہ کی ابتداء میں تشبیب سے گریز کو ضروری سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس میں حسرت و یاس اور رنج و مصیبت کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ درید کے مرثیہ میں غزالیہ اشعار کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ اشعار اس نے اپنے بھائی کے قتل کے ایک سال کہے تھے جب کہ اس نے اپنا انتقام لے کر مقصود حاصل کرلیا تھا۔ (31)

ناقدین ادب ابن رشیق کی اس رائے سے بالکلیہ متفق نہیں اور درید کے علاوہ بھی چند ایسے شعراء کی نشاندہی کرتے ہیں جنہوں نے اپنے مرثیوں کی ابتداء غزلیہ اشعار سے کی ہے جیسا کہ دکتور عبدالقادر لکھتے ہیں:

"ومن قصائد الرثاء التی صدرت بالغزل ثلاث قصائد للمهلهل فی رثاء اخیه كليب واربع قصائد لحارث بن عباد، احداها فی ابنه بحير الذی قتله، المهلهل ومرثيه النابغة الذيبانی للنعمان بن الحارث الغسانی ومرثية حسان بن ثابت لحمزة بن عبدالمطلب وقصيدة عزيفة بن مسافع العبى اوكعب بن سعدا الغنویٰ علی خلاف فی النسبة.(32)

قدیم عربی مرثیے شدت جذبات و احساسات کے اعتبار سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔

شعراء نے اس مقصد کیلئے درج ذیل الفاظ و تراکیب بکثرت استعمال کی ہیں جن سے رنج و غم اور فراق و صدمہ کی کیفیات کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

مثلاً الشجون الهاجسات، اللوعة المكتومة ، الجراح المنكوئوة، الليل الطويل الذی يبدو كان لاآخرله، والعليل الذی لايهداولاهبر دوغیرہ۔

جاہلی شعراء کی کثیر تعداد نے رثائیہ شاعری کو موضوع سخن بنایا ہے، ان میں سے نمایاں حسب ذیل ہیں، مثلاً

عدی بن ربيعه التغلبی،مهلهل البراق الاسدی، ليلیٰ بن لكيز بن مرة الاسدی، جليله بنت مرة، معد يكرب بن الحارث، امرو القيس، طرفة، عدی بن زيد نابغه زيبانی، زهيربن ابی سلمیٰ، قس بن ساعدة،لبيد، خنساء،دريد بن الصمة متمم بن نويرة، ابو ذئويب الهذلی، اعشیٰ باهله وغيرهم.

قدیم ترین عربی مرثیوں میں مہلہل اور اوس بھی حجر کے مرثیے مشہور ہیں۔ (33)

ابن سلام نے مرثیہ گوئی میں متمم بن نویرۃ خنساء اعشیٰ باھلۃ اور کعب بن سعد الغنوی کو ترجیح دی ہے۔(34) معاصر ناقدین ادب میں سے دکتور عبدالقادر کی رائے میں لبید بن ربیعہ العامری، مہلہل اور خنساء جاہلی دور کے بہترین شعراء ہیں جنہیں صنف مرثیہ میں تمایاں مقام اور شہرت حاصل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

" ومن شعراء الجاهلية الذين اجادو افن الرثاء وبرزو افيه واشتهر وابه لبيد بن ربيعة، العامرى،فهو يعد احد الرثائين الثلا ثة، والمهلهل والخنساء." (۳۵)

قدیم عربی ادب میں رثائیہ شاعری کے اہم ماخذ درج ذیل ہیں؛

۱) دیوان الحماسته۔اس میں باب المراثی کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے۔

۲) جمہرۃ اشعار العرب لابی زید القرشی، اس میں مرثیہ گو شعراء کا مستقل حصہ ہے۔

۳) طبقات الشعراء لابن سلام جس میں متمم بن نویرۃ، خنساء، اعشیٰ باہلتہ اور کعب بن سعد الغنوی کے مراثی ہیں۔

دیوان الهزليين، امالى اليزيدى اور **المفضليات** میں بھی متعدد مرثیے موجود ہیں۔ان کے علاوہ قدیم علماء وادباء نے اس صنف ادب کے مخصوص مجموعے بھی تیار کئے جاتے ہیں جن میں ایک مجموعہ کوفہ کے نحوی ابن الاعرابی (150-231ھ) کا ہے جسے W.Wright نے مقطعات مراث لبعض العرب کے نام سے ایک نامکمل مخطوطہ سے شائع کیا ہے۔(36)

" **المراثى" مراث و اشعار فى غير ذالك و اخبار و لغته** کے عنوان سے محمد بن العباس الزیدی ۳۱۰ھ کی کتاب بھی بڑی اہم ہے جو حال ہی میں طبع ہوئی ہے۔(۳۷)

ان ماخذ کے علاوہ بعض شعراء کے مستقل دواوین بھی ہیں جن میں اس موضوع پر الگ مواد موجود ہے۔

اسلامی مرثیے۔عہد رسالت میں اسالیب وخصائص:

اعزہ واقارب کی موت پر رنج وغم کا ظہار فطری ہے اس لئے اسلام میں مرثیہ گوئی پر کوئی پابندی عائد نہیں کی بلکہ اسے کچھ آداب وضوابط کا پابند کیا۔ مثلاً شکوۃ و شکایت سے اجتناب ، مدح میں مبالغہ، ماتمی رسومات ومجالس سے اجتناب وغیرہ۔ وگرنہ خود آنحضرت ﷺ کا پنی صاحبزادیوں اور صاحبزادوں کے انتقال پر رونا احادیث سے ثابت ہے۔(۳۸) بالخصوص حضرت ابراہیمؓ کے انتقال پر آپ ﷺ کے آنسوؤں

کا جاری ہونا اور اپنے جذبات اور شریعت کے تقاضوں کا اظہار درج ذیل ارشاد نبوت سے ہوتا ہے:

" ان العین تدمع و القلب یحزن ولا نقول الا مایرضی ربنا و انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون."(۳۹)

(آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہے اور اے ابراہیم! تمہاری جدائی کا ہمیں صدمہ ہے)۔

ہمارے خیال میں رثائیہ شاعری اگر شریعت کی حدود میں ہو اور تعزیہ و تسلی کے مضامین پر مشتمل ہو تو اس کے پسندیدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے۔

" من عزی مصابا فله مثل اجرة"(۴۰)

(جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کے لئے مصیبت زدہ کا سا اجر ہے)۔

مسلم شعراء کا عہد رسالت میں مختلف اکابر صحابہ کی شہادت اور مختلف غزوات کے موقع پر مرثیے کہنا اس کے جواز کا کافی ثبوت ہے۔

ان شعراء میں حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ عبداللہ بن روحہؓ اور صفیہ بنت عبدالمطلب کے مرثیے قابل ذکر ہیں۔ بالخصوص اوّل الذکر کے مراثی کی تعداد سب سے زیادہ ہے، جو انہوں نے حضرت خبیبؓ، سعد بن معاذؓ، جعفر بن ابی طالب کی شہادت اور غزوہ احد اور غزوہ موتہ کے شہداء کے بارے میں کہے۔(41)

نمایاں خصائص و اسالیب:۔

مراثی صحابہ کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1۔ اسلام نے جہاں ہر شعبہ زندگی کی اصلاح کی وہاں شعر و شاعری کا قبلہ بھی درست کیا اور اسے مقصدیت سے آشنا کیا جس کے نتیجے میں شاعری کی دیگر اصناف سخن کی طرح مرثیہ گوئی کا بھی رنگ بدلا۔ اسلام نے فطری جذبات کے اظہار پر کوئی قدغن تو نہیں لگائی البتہ ایسی شاعری کی ضرور حوصلہ شکنی کی جس کا مقصود فقط آہ زاری ہو۔

درج ذیل نکات سے اس بخوبی وضاحت ہوسکتی ہے کہ عہد نبوت میں مرثیہ میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں اور تعلیمات نبوت نے اسے کس حد تک متاثر کیا؟

جاہلیت میں شعراء مرنے سے قبل وصیت کر جاتے کہ ان کے انتقال پر خوب گریہ و ماتم کیا جائے اور مرثیہ پڑھے جائیں۔ طرفۃ بن العبد کا یہ شعر اسی حقیقت کی وضاحت کرتا ہے۔

اذا مت فابكيني بمااناا اهله　　　وشقي على الحبيب يا ام معبد(42)

(اے ام بعد! میں جب مرجاؤں تو خوب آہ وزاری کرنا اور گریبان پھاڑنا کہ میں اس کا مستحق ہوں)۔

جاہلی مرثیوں کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان میں مرنیوالوں پر ماتم کرنیوالوں کی کثرت کا فخریہ انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے۔(43)

اسلام نے شعراء کے زاویہ فکر ونظر کو کس حد تک بدلا اس کا اندازہ مشہور شاعر لبید کی وصیت سے ہوسکتا ہے۔ جسے اسلام کی سعادت حاصل ہوئی تو اس نے مرنے سے قبل جو وصیتیں کیں ان میں سے ایک اہم وصیت یہ تھی کہ ''مجھ پر کسی رونے والی اور بین کرنے والی کو نالہ وشیون نہ کرنے دیا جائے۔''(44)

جاہلی دور کی مشہور شاعرہ خنساء (جس نے اپنے بھائیوں کی موت پر المناک مرثیے کہے اور ان کی جدائی میں رورو کر اندھی ہوگئی تھی اور جسے ناقدان سخن ''ارثی العرب'' (عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو) کے لقب سے یاد کرتے ہیں کہ چار جوان بیٹے جنگ قادسیہ میں یکے بعد دیگرے شہید ہوئے تو ان کی زبان سے فقط یہ الفاظ نکلے۔

''الحمد الله الذى شرفنى بقلتهم''

(اللہ شکر کا شکرہ جس نے شہادت عطاء کر کے مجھے عزت وشرف سے نوازا)۔(45)

جنگ احد میں حضرت حمزہؓ کا مثلہ بنایا گیا تو ان کی بہن صفیہ بنت عبدالمطلب نے ان پر ماتمی اشعار کہے۔اس المیہ پر اپنے فطری جذبات کے اظہار کے ساتھ ساتھ خبر شہادت پر اپنے ربانی ردّعمل کا ذکر اس شعر میں کیا ہے۔

اقوال وقد اعلى النعى عشيرتى　　جزى الله خيراً من اخ و نصير(46)

(جس وقت میرے خاندان میں موت کی اطلاع دینے والے نے خبر پہنچائی تو میں نے صرف اتنا کہا، اللہ میرے بھائی اور میرے معاون کو بہترین جزاء عطاء فرمائے)

ب۔　جاہلی مرثیوں میں ایسے مضامین بکثرت موجود ہیں جو توہمات وخرافات پر مبنی ہیں اور جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں مثلاً متعدد شعراء نے اپنے مرثیوں میں ایک پرندے کا ذکر کیا ہے۔ جسے ''ہامّہ'' کہا جاتا ہے(۴۷) اور جاہلی توہمات کے مطابق جب مردہ گل کر مٹی ہوجاتا ہے تو اس کے سر سے یہ پرندہ باہر نکل کر آواز نکالتا ہے۔(۴۸)

اسلامی مرثیوں میں اس کے برعکس توہمات وخرافات کے بجائے حقائق کا ذکر واضح ہے اور ان میں تقدیر پر ایمان، صبر وشکر، جنت دوزخ، حیات بعد الموت اور تعزیت وتسلی کے مضامین نمایاں نظر آتے ہیں۔

ج۔ جاہلی مرثیوں کے زمانے کے بے وفائی کا شکوہ عام ہے، رنج وغم کے اظہار میں مبالغہ ہے، ان سے ناامیدی اور مایوسی کا تاثر ابھرتا ہے جس فکری اور عملی قوتوں کے مفلوج ومعطل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے جب کہ مسلم شعراء نے مرنے والوں کی موت پر رنج وغم کا اظہار تو کیا ہے مگر شکوہ وشکایت کے بجائے انہوں نے رضاء بالقضاء کا راستہ اختیار کیا ہے اور صبر وتعزیت کے مضامین پیش کئے ہیں مثلاً حضرت حسان بن ثابتؓ ،حضرت سعد بن معاذؓ اور دیگر شہداء کے مرثیہ میں کہتے ہیں۔

فذالک یا خیر العباد بلاء نا اجاتینا الله و الموت ناقع

و نعلم ان الملک لله وحده وان قضاء الله لا بُد واقع (۴۹)

(اے بہترین بندے! یہ تو ہماری آزمائش ہے اس لئے ہم موت کو حق سمجھتے ہیں اور اللہ کی مرضی اور حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ہم یقین رکھتے ہیں کہ ملک وحکومت صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ قضاء الٰہی واقع ہو کر رہتی ہے)۔

بعض شعراء نے رضاء بالقضاء سے بھی آگے بڑھ کر اپنے مرثیوں میں شہادت کو سعادت سمجھتے ہوئے خود اپنے لئے شہادت کی تمنا کی ہے۔حضرت صفیہ اپنے بھائی حمزہ کی شہادت پر ماتمی اشعار میں کہتی ہیں۔

فذالک ما کنا نرجی و نرتجبی لحمزة یوم الحشر خیر مصیر (۵۰)

(یہ شہادت تو وہ چیز ہے جس کی ہم خود اپنے لئے بھی آرزو رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی آرزو دلاتے ہیں حشر کے دن حمزہ کے لئے بہترین لوٹنے کی جگہ ہوگی)۔

پ مختلف شعراء نے اپنے مرثیوں میں شہادت پانے والوں کے جنتی ہونے کا ذکر کر کے ان کے فراق سے پیدا ہونے والے صدمے کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔مثلاً عبداللہ رواحہؓ،حضرت حمزہؓ کے ماتمی اشعار میں کہتے ہیں۔

علیک سلام ربک فی جنان مخالطها یغم لا یزول (۵۱)

(آپ پر جنتوں میں آپ کے رب کی طرف سے سلام ہو جس میں لازوال نعمتیں ملتی رہیں گی)۔

حضرت صفیہؓ،حضرت حمزہؓ کی شہادت پر کہتی ہیں۔

دعاة اله الحق ذو العرف دعوة الی جنة يحيا بها وسرور

(انہیں صاحب عرش معبود حقیقی نے جنت کی طرف بلا لیا جہاں انہیں (حقیقی) زندگی ملے گی اور وہ مسرت بخش زندگی گزاریں گے)۔

۲۔ بعض مرثیے جاہلیت کی رسم کے مطابق تشبیب سے شروع کیے گئے ہیں مگر تشبیب سے ریز کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس پر دینی اثرات نمایاں ہیں اس کا اندازہ حضرت کعب بن مالکؓ کے مرثیہ سے ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت حمزہؓ کی شہادت پر کیا تھا۔ اس کے عمدہ اسلوب میں دعوتی رنگ کی جھلک بھی واضح ہے۔ مرثیہ کے ابتدائی اشعار میں فرماتے ہیں۔

طرقت همو مک فالر قاد مسهد وجزعت ان مسلخ الشباب الاغيد

ودعت فوداک لهوی ضمرية فهواک غوری وضخوک منجد

فدع التمادی فی الغواية سادرا قد کنت فی طلب الغواية تفند

ولقد انی لک ان تناهی طائعا او تستفيق اذا لهاک المرشد(۵۳)

(تیری فکروں نے رات کو دستک دی تو نیند اڑ گئی اور تو نے شکایت کی کہ پر کیف شباب چھن گیا اور ضمریہ نے تیرے دل کو محبت کی دعوت دی پس تیرا یہ عشق پست ہے اور تیرا یہ عشق پست ہے اور تیرا ہوش میں آ جانا ہی تجھے بلندی عطا کر سکتا ہے پس گمراہی میں بھٹکنے والے! یہ غفلت چھوڑ دے، تجھے بے راہروی کی طلب میں بہت بے وقوف بنایا جاتا رہا ہے۔ اب تیرے لئے وقت آ گیا ہے کہ تو اطاعت اختیار کر کے (بے راہروی سے) باز آ جائے تاکہ تجھے ہادی و مرشد جب کسی بات سے منع کرے تو تو ہوش میں آ جائے)۔

۳۔ مختلف جنگوں کے موقع پر شہداء کے مرثیوں میں بعض شعراء نے جنگ کی تفصیلات بھی ذکر کی ہیں۔ جن میں شہید ہونے والوں کی جرأت و بہادری اور کفار کی ذلت آمیز شکست کا ذکر ہے مثلاً حضرت کعب بن مالکؓ حضرت حمزہؓ کے مرثیہ میں ہند اور مشرکین کو غزوہ بدر کے مقتولین کے واقعات یاد دلاتے ہوئے اپنے اشعار میں ان کے زخموں کو تازہ کرتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

''ان میں سے ستر آدمی اس اونٹ کی طرح ڈھیر ہو گئے جو پانی کے قریب اپنی جگہ بیٹھا کرتا ہے۔ ان میں عتبہ اور بڑے بڑے شیر موجود تھے اور ابن مغیرہ کی شہ رگ پر تو ہم نے ایسی ضرب لگائی جس سے جھاگ والا خون بہنے لگا اور امیہ جمحی کا رخ اس ہندی تلوار نے سیدھا کر دیا۔ جو مومنین کے ہاتھ میں تھی پس تمہارے پاس مشرکین کا وہ شکست خوردہ گروہ پہنچا جن کا حال یہ تھا کہ وہ بدکے ہوئے شتر مرغوں کی طرح جھاگ رہے

تھے اور گھوڑے ان کے تعاقب میں تھے"۔(۵۴)

عبداللہ بن رواحہؓ، سیدنا حمزہؓ کی شہادت پر دکھ کا اظہار کرنے کے بعد اپنے قلب کی تسکین اور مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے اور مشرکین کے غموں کو تازہ کرنے کے لئے بدر واقعات کی یاددہانی کراتے ہیں اور مقتولین بدر کے المناک انجام کی منظر کشی درج ذیل اشعار میں بڑے خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں۔

نسیتم فربنا بقلیب بدر + غداۃ اتا کم الموت العجیل

غداۃ ثوی ابو جھل صریعاً + علیه الطیر حائمة تجول

وعتبة ابنه خرا جمعیاً + و شیبة غضه السیف الصقیل

و متر کنا امیة مجلعبا + و فی حیز و مه لدن نبیل

و ھام بنی ربیعة سائلو ھا + ففی اسیافنا منھا فلول(۵۵)

(کیا تم ہماری وہ مار بھول گئے جو تمہیں بدر کے کنویں کے پاس پڑی اور تم بڑی سرعت سے موت کا نوالہ بننے لگے اور جب ابوجہل کو بچھاڑ کر قتل کر دیا گیا اور پرندے اس کے اوپر گھوم گھوم کر چکر لگانے لگے تھے اور عتبہ اور اس کا بیٹا دونوں گر پڑے تھے اور شیبہ کو صیقل شدہ تلوار نے کاٹ کر رکھا دیا۔ اور ہم نے امیہ کو زمین پر دراز کر دیا تھا اور اس کے حلق میں بڑا سا نیزہ داخل تھا اور بنو ربیعہ کھوپڑیوں سے پوچھ لو، ان کھوپڑیوں کی وجہ سے ہماری تلواروں میں دندانے پڑ گئے تھے)۔

۴۔ بعض مرثیوں میں شعراء نے قاتلین اور مشرکین کے افعال شنیعہ اور اعمال قبیحہ پر سخت تاسف وملامت کا اظہار کیا ہے۔

حضرت حمزہ کی شہادت پر حضرت حسان فرماتے ہیں۔

مال شھیدا بین اسیا فکم		شلت یداً و حشی من قاتل

ای امری غادر فی الة		مطر و دة مارنة العامل (۵٦)

(وہ تمہاری تلواروں کے درمیان شہید ہو گئے۔ خدا کرے وحشی جو کہ حمزہ کا قاتل ہے اس کو دونوں ہاتھ شل ہو جائیں، اس نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ کس شخص کو اس حربے کا شکار بنا رہا ہے وہ وحشی جس نے اسے خوب تیز کیا تھا اور اس کی نوک باریک کر دی تھی)۔

ہند بنت عتبہ جس نے جوش انتقام میں حضرت حمزہ کا کلیجہ چبا لیا تھا، اسے سخت ملامت کرتے ہیں کہتے ہیں۔

لا تفرحی یا هند و استحلبی   دمعاً و اذری عسیرة الثاکل

و ابکی علی عتبة اذقطة   بالسیف تحت الرهج الجائل(۵۷)

(اے ہند! تو خوش مت ہو! بلکہ آنسوؤں کا دودھ دھو اور اس ماں کی طرح موٹے موٹے آنسو گرا جس کا بچہ کھو گیا ہو اور عتبہ رو جسے حمزہ نے اپنی تلوار سے اڑتے ہوئے غبار میں کاٹ کر رکھ دیا تھا)

۵۔ صدر اسلام کے ان اولین مرثیوں میں مرثیہ کا بنیادی عنصر یعنی رنج وغم کا اظہار نمایاں ہے۔ ہر شاعر نے اپنے اسلوب میں اس کا اظہار کیا ہے۔ چند نمایاں اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ مثلاً حضرت کعب بن مالک نے شہداء موتہ پر دردناک مرثیہ کہا ہے اور اس کے ابتدائی اشعار میں اپنے غم و اضطراب کی عمدہ تصویر کشی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''لوگوں کی آنکھیں سو چکی ہیں جب کہ تیری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں اس طرح جاری ہیں جیسے بھرے بادلوں سے مسلسل بارش کے قطرے برستے ہیں، ایک ایسی رات کو مجھے غموں نے گھیر لیا جس میں میری حالت یہ ہے کہ چپکے چپکے روتا ہوں اور کبھی کروٹیں بدلنے لگتا ہوں۔ غم والم مجھ پر اس طرح مسلط ہے گویا مجھے بنات النعش اور سماک (ستارہ) کے سپرد کر دیا گیا ہے اور گویا (حالت یہ ہے) کہ میرے پہلوؤں اور سینے کے درمیان شہاب ثاقب داخل ہو کر بھڑک رہا ہے۔ یہ حالت ان لوگوں کی وجہ سے ہے جو موتہ میں یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے اور وہاں سے انہیں منتقل بھی نہیں کیا جا سکا''۔(۵۸)

ولقد هددت لفقد حمزة هدة   ظلت بنات الجوف منها ترعد

و لو انه فجعت حراء بمثله   لرایت اسی صفرها یتبدر (۵۹)

(میں تو حمزہ کو گم کر کے ٹوٹ چکا ہوں، اس غم نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے جس کی وجہ سے باطنی اعضاء (قلب وجگر) بھی کانپنے لگے ہیں، اس جیسا صدمہ اگر حراء پہاڑ کو پہنچتا تو ہم اس کی جمی ہوئی مضبوط چٹانوں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھتے)۔

حضرت احسان اپنے ایک مرثیہ میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

یا حمزہ قد او حدتنی   کالعود شذبه الکواضح (۶۰)

(اے حمزہ! آپ نے ہمیں اس شاخ کی طرح اکیلا چھوڑ دیا ہے جسے کاٹنے والوں نے درخت سے کاٹ کر الگ کر دیا ہو)۔

ایک دوسرے مرثیہ میں ان کے تاثرات یہ ہیں۔

اظلمت الارض لفقدانه و اسودنور القمر الناصل

كنانرى حمزة حرزاًلنا فى كل امر بنا نازل (۲۱)

(حمزہ کے فقدان سے زمین تاریک ہوگئی اور بادلوں کی اوٹ سے نکلنے والے چاند کی روشنی سیاہ پڑ گئی ،ہم تو حمزہ کو اپنا محافظ سمجھتے تھے۔ان تمام حوادث میں جو ہم پر نازل ہوتے تھے)۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ ابن منظور،لسان العرب،دار صادر،بیروت(س۔ن)ج14 ص309بذیل مادۃ''رثاہ''نیز دیکھئے:
The New Encyclopaedia Britanica 15th Edition, See under Elegy Vol-4 P.440-441

2۔ ابن رشیق : العمدۃ فی صناعۃ الشعر و نقدہ۔ط۔الاولیٰ1344ھ/1925ء،مطبعۃ امین ھندیۃ مصر،ج1 ص77-78

3۔ ابن سلام: طبقات فحول الشعراء۔ط،بریل،لیڈن۔ص۔5

4۔ قدامتہ بن جعفر:''نقد الشعر''،تحقیق و تعلیق دکتور محمد عبدالمنعم الخفاجی،ط اولیٰ، مکتبہ الکلیات الازھریۃ،القاھرہ1398ھ/1978ءص118

5۔ ابن رشیق:''العمدۃ''ج1 ص79

6۔ اس موضوع کی تفصیل میں طہٰ حسین واحمد امین ودیگر کی''التوجیہ الادبی''سے استفادہ کیا گیا ہے، دیکھئے ط۔المطبعۃ الامیریۃ۔القاہرہ1952ءص174-181

7۔ ابوتمام، دیوان الحماسۃ، باب المراثی، قال متمم بن نویرۃ، حاجی عبدالخالق ودیگر تاجران کتب قصہ خوانی، پشاور(س۔ن)ص151

8۔ ایضاً۔قال العجیر السلولی ص172

9۔ التنی :شرح الدیوان فی تسھیل البیان، مطبع مجتبائی دہلی،1345ھ ص423

10۔ جمہرۃ اشعار العرب۔القاہرہ1308ھ(م۔ن)ص128-129

11۔ ابن کثیر: ۔البدایۃ والنھایۃ،دارالفکر، بیروت(س۔ن)ج1 ص94

12۔ ایضاً ص95 13۔ دیکھئے:ابن رشیق،العمدۃ ج2 ص121

14۔ مفضل الضبی:المفضلیات، تحقیق وشرح احمد محمد شاکر وعبدالسلام محمد ہارون، المطبعۃ السابعۃ، دارالمعارف،قاہرہ،1983 ص237

15۔ اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور 1984ء ج2 ص390 بذیل "مرثیہ"

16۔ المبرد: کتاب التغازی المراثی۔ط۔جامعہ پنجاب 1984ء ص89

17۔ دیکھئے: دیوان الحماسۃ، باب المراثی، قال مھلھل ص174

18۔ ایضاً۔قالت الخنساء ص187

19۔ عبدالقادر، احمد الدکتور: دارسات فی ادب و نصوص العصر الجاھلی، مکتبہ النھضۃ المصریۃ، قاھرہ 1403ھ/1983ء ص168-169

20۔ طبقات فحول الشعراء ص174

21۔ دیکھئے: دیوان الحماسۃ، مراثی درید بن الصمۃ، متمم، لبید، مھلھل، قتیلہ، بنت الحارث، صخر السلمیٰ، عمرۃ بنت مرداس اور ہشام بن عتبہ

22۔ القرشی: جمہرۃ اشعار العرب، القاھرۃ، 1308ھ 128-129

23۔ دیکھئے: العمدۃ، 125/2

24۔ دیوان اوس بن حجر، تحقیق و شرح محمد یوسف نجم، دار صادر، بیروت، 1380ھ/1960 ص53، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے۔ ابن عبدالربتہ، الاندسی، العقد الفرید، تحقیق احمد امین و آخرون، ط2۔مطبعۃ لجنتہ التالیف والترجمہ والنشر، قاھرۃ 1372ھ/1952ء ج3 ص284-285

25۔ ایضاً

26۔ ابن ہشام: السیرۃ النبویہ۔ تحقیق مصطفیٰ السقاو آخرون۔ط 2۔مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرۃ 1375ھ۔فصل وفاۃ عبدالمطلب و مارثی بہ من الشعر۔ج 169-173

27۔ ابوتمام: دیوان الحماسۃ۔ص۔188-189 28۔ دیکھئے: العقد الفرید ج3 ص244

29۔ اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں یا ندیمی اسقنی کاس الحمیا+فی ثنیات اللویٰ من کف ربا+یا ندیمی استعیانی خمرۃ+ودعانی ابصر الشیمین شیا+ففوادی قد صحامن سکرتہ+واشتفی الداء الذی کان دویا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔الاصمعی: الاصمعیات، القاھرۃ، 1371 ص11

30۔ العمدۃ 121/2 31۔ ایضاً

32۔ دیکھئے: دراسات فی ادب ونصوص العصر الجاھلی ص180

33۔ دیکھئے: دیوان الحماسۃ ص174 و دیوان اوس بن حجر ص53-55، حماسہ مہلہل کا اپنے بھائی کلیب کے قتل پر مرثیہ اور اوس بن حجر کا فضالہ بن کلاہ الاسدی کی موت پر مرثیہ۔

34۔ دیکھئے۔طبقات فحوال الشعراء۔ص174

35۔ دراسات فی ادب ونصوص العصر الجاهلی ص 175

36۔ دیکھئے: اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص 392 بذیل "مرثیہ"

37۔ دیکھئے: یزیدی الراثی، مراث واشعار فی غیر ذالک واخبار ولغۃ۔ تحقیق محمد نبیل طریفی، منشورات وزارۃ الثقافۃ، دمشق 1991ء

38۔ مثلاً دیکھئے حدیث انسؓ: شهدت بنا رسول اللہ ﷺ تدفن ورسول اللہ ﷺ جالس عند القبر فرأیت عینہ تدمعاون، (بخاری، دیکھئے الصنعانی، سبل السلام شرح بلوغ المرام۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1391ھ/1971ء ج 2 ص 114-116

39۔ بخاری: الجامع الصحیح۔ کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انا بفراقک لمحزون۔

40۔ ترمذی: سنن الترمذی۔ حدیث 1073

41۔ ابن ہشام: السیرۃ النبویہ، 155/3، 383، 386، 387

42۔ دیکھئے۔ سبل السلام: 116/2

43۔ مثلاً دیکھئے مہلہل کے اپنے بھائی کے مرثیہ کے اشعار۔ دیوان الحماسۃ، باب المراثی قال مہلہل ص 174 نیز دیکھئے خنساء کے اشعار اپنے بھائی مالک پر ماتم کرتے ہوئے ایضاً۔ قالت الخنساء ص 187

44۔ قال: لا تصیح علیہ صائحۃ ولا تبک علیہ باکیۃ، جمہرۃ اشعار العرب، ص 85

45۔ خنساء کا تذکرہ اور اس کے کلام پر نقد کیلئے دیکھئے، ابن قتیبہ الشعر والشعراء، دار الثقافۃ، بیروت (س۔ن) ص 260-264

46۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ۔ 167/3

47۔ الہامۃ، وھو علی زعم الجاھلیۃ طائر یخرج من قبر المیت اذا بلیت عظامہ، ویقال لہ الصدیٰ، ومنہ الحدیث لا عدوی ولا ہامۃ

48۔ مثلاً دیکھئے: اسود بن زمعۃ کے اشعار، دیوان الحماسۃ، باب المراثی ص 163۔ نیز قراد بن غویہ کے اشعار الا ایضاء 188۔

49۔ ابن ہشام: السیرۃ النبویہ 271/3　　50۔ ایضاً 167/3

51۔ ایضاً 162/3　　52۔ ایضاً 167/3　　53۔ ایضاً 157/3

54۔ ایضاً 158/3　　55۔ ایضاً 163/3　　56۔ ایضاً 156/3

57۔ ایضاً　　58۔ ایضاً 385/3　　59۔ ایضاً 157/3

60۔ ایضاً 154/3　　61۔ ایضاً 156/3